پاکستان میں رائج نظامِ احتساب و آڈٹ کی اصلاح

(اسلامی شریعت کے تناظر میں)

نصیر احمد عباسی*

ڈاکٹر محمد انس**

ڈاکٹر مسعود احمد***

ASTRACT

Islam is a complete and perfect code of life. We find guidance from Islam on any aspect of life. This study aims to explore the evaluation of existing audit system in Islamic perspective. The study indicates the gaps and challenges in audit system keeping in view Islamic laws and principles. The study is qualitative in nature. Relevant documents have been analyzed keeping in view objectives of the study. Thematic content analysis has been used for the analysis of collected data. The study is significant for the researchers, policy makers and audit experts. Recommendation of the study are beneficial particularly for the Audit Department to overcome the existing gaps and challenges.

Keywords: متغیر، وسعت، محاسبہ، محتسب، ٹرانسپیرنسی

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس میں ہمیں زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی ملتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اس کی جستجو کریں اور وہ ہدایت اور رہنمائی شریعت اسلامی سے حاصل کرنے کی کوشش کریں، خواہ وہ انفرادی مسئلہ ہو یا اجتماعی اور اس کا تعلق ہماری عام زندگی سے ہو یا پیشہ ورانہ طریقہ کار سے۔

اسلام نے انسانی زندگی کے غیر متغیر پہلوؤں میں ناقابل تغیر احکام جاری کیے ہیں جبکہ متغیر پہلوؤں میں اصولی

* آڈٹ آفیسر، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد

** لیکچرار بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

*** اسسٹنٹ پروفیسر، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد

ہدایات دے کر اس قدر وسعت اور گنجائش چھوڑی ہے کہ انسان ہر دور میں اور ہر زمانے میں ان اصولی ہدایات اور تمدنی مد و جزر کو ان سے ہم آہنگ بناتا رہا ہے اسلام میں، تغیرات زمانے کی رعایت اور مصالح عامہ کے پیش نظر نئے اداروں اور جدید امور کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب تک کہ وہ قرآن و سنت کے بیان کردہ اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔ اسلام نے نظام زندگی میں عدل و انصاف کو یقینی بنانے اور معاشرے کو منظم کرنے کے لیے بہت سے ادارے متعارف کرائے۔ انہی میں ایک احتساب کا ادارہ بھی ہے۔ احتساب کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللهَ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [1]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر نفس کو اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کل کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔“

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾

"کیا انسان اس خیال میں ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔"[2]

ان دونوں آیاتِ مبارکہ میں اپنے گزشتہ اعمال پر محاسبہ کرنے کا واضح اشارہ ملتا ہے احادیث میں ایمان کے ساتھ احتساب کا ذکر بھی موجود ہے محاسبہ انفرادی ہو یا اجتماعی اصلاح معاشرہ، قیام عدل و انصاف کے لیے بہت ضروری ہے۔ [3]اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

(حاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا) [4]

"یوم حساب سے پہلے خود اپنا محاسبہ کر لو"

یہ احتساب ہی کی شکل تھی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ’خلیفۂ وقت‘ سے پوچھا گیا کہ آپ نے جو کرتا پہنا

---

[1] ۔ الحشر59: 18

[2] - القیامه75: 36

[3] - ابن تیمیه، امام ، اسلام کا نظام حسبه۔ترجمه حافظ اکرم الحق(اسلام آباد ،شریعه اکیڈی ٢٠٠٦ء) ص: 9

[4] - الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، الجامع , دار السلام ، 1421ھ ، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ ,رقم حدیث: 2459

ہوا ہے یہ ایک کپڑے سے تو نہیں بنتا؟ حضرت عمر نے خوش دلی سے جواب دیا یہ میرا اور میرے بیٹے کا حصہ ہے۔ ایک موقع پر ایک شخص نے کئی بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا "اتق اللہ یا عمر" یعنی اے عمر اللہ سے ڈرو۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کو روکا اور کہا بس کرو۔ حضرت عمر نے فرمایا نہیں اسے کہنے دو۔ اگر یہ لوگ اپنی بات نہیں کہیں گے تو بے مصرف ہوں گے اور ہم لوگ نہ مانیں گے تو ہم بے مصرف ہوں گے۔[1] جب کہ آجکل کسی کی اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ حکمران وقت سے اس طرح کا کوئی سوال پوچھ سکے اور نہ ہی آج کل کے حکمرانوں کی یہ اخلاقی جرأت ہے کہ اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کر سکیں۔

- جواب دہی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ لَهَا مِنْ اللَّهِ طَالِبًا-[2]

"اے عائشہ معمولی کاموں کے بارے میں بھی محتاط رہنا کیوں کہ اللہ ان کی بابت بھی بازپرس فرمائے گا۔"

اسی طرح حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِى جِنَازَةٍ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ جَثَا عَلَى الْقَبْرِ فَاسْتَدَرْتُ فَاسْتَقْبَلْتُهُ فَبَكَى حَتَّى بَلَّ الثَّرَى ثُمَّ قَالَ :« إِخْوَانِى لِمِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ فَأَعِدُّوا ».[3]

"ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے جب ہم قبر پر پہنچے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے میں گھوم کر آپ کے سامنے آ گیا۔ آپ رو رہے تھے اور اتنا روئے کہ زمین نم ہو گئی پھر آپ نے فرمایا: "میرے بھائیو! اس طرح کے دن کے لیے تیاری کر لو۔"

اسی طرح حضرت عبید بن عمیر نے یہ حدیث بیان کی ہے:

"إِنَّ الْقَبْرَ لَيَقُولُ : يَا ابْنَ آدَمَ ، مَاذَا أَعْدَدْتَ لِي أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي بَيْتُ الْغُرْبَةِ ،

1- ابو یوسف ، یعقوب بن ابراہیم الانصاری،امام: **کتاب الخراج**، مترجم ڈاکٹرمحمدنجات اللہ صدیقی (ناظم آباد کراچی ،س ن)ص ۷

2 ـ سنن ابن ماجه, كتاب الزهد, باب ذكر الذنوب رقم الحديث(4233) (شعبان قورت) ،استنبول: س ن

3 ـ سنن الكبرىٰ للبيهقي , كتاب الجنائز,باب مَا يَنْبَغِى لِكُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَسْتَعْمِلَهُ مِنْ قَصْرِ الأَمَلِ وَالاِسْتِعْدَادِ لِلْمَوْتِ فَإِنَّ الأَمْرَ قَرِيبٌ ، رقم الحديث :750

وَبَيْتُ الْوَحْدَةِ ، وَبَيْتُ الأَكْلَةِ ، وَبَيْتُ الدُّودِ".

"قبر کہتی ہے کہ اے بنی آدم تو نے میرے لے کیا تیاری کی تھی؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں اجنبی دیار ہوں، نگلنے والوں کا گھر ہوں، کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں اور میرے یہاں بالکل تنہائی ہو گی؟"(1)

احتساب اسلامی معاشرے کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ اس کی اساس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو کہ امت مسلمہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ مصلحین اور علمائے کرام یہ فریضہ دعوت و اصلاح کی صورت میں انجام دیتے ہیں جبکہ یہی فریضہ جب حکومت انجام دیتی ہے تو احتساب کہلاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت انتظامی امور کی تنظیم و ترتیب اور مختلف اداروں کے قیام کے حوالے سے انقلابی دور شمار ہوتا ہے۔ جب ارضِ خلافت وسیع ہو گئی تو آپ نے بازار وغیرہ کی نگرانی کے لیے الگ عُمال مقرر کیے۔ ان تقرریوں کو محکمہ حِسبہ کی باقاعدہ ابتدا کہا جاتا ہے جب کہ اسلامی تاریخ میں عباسی دور میں حسبہ کے نام سے ایک مستقل اور فعال ادارہ قائم ہوا۔

پاکستان میں خالص اسلامی تناظر میں احتساب کا کوئی باقاعدہ ادارہ قائم نہیں ہے اگرچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۹۶ء اور ۱۹۹۸ء کی رپورٹ(2) میں ادارہ حسبہ کے قیام کی سفارش کی اور اس کے دائرہ کار کے بارے میں بھی تجاویز دیں۔ تاہم پاکستان میں احتساب کے حوالے سے تین مستقل ادارے کام کر رہے ہیں جن کی اساس وضعی قوانین پر رکھی گئی ہے۔ لیکن وہ کسی حد تک احتساب کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں یہ ادارے درج ذیل ہیں:۔

۱۔ ادارہ وفاقی محتسب اور ذیلی ادارے

۲۔ قومی احتساب کمیشن(NAB)

۳۔ فیڈرل گورنمنٹ آڈٹ اور ذیلی ادارے

پاکستان میں بدعنوانیوں اور کرپشن کے خاتمے کے لیے وفاقی سطح پر سات ادارے کام کر رہے ہیں ان میں پارلیمانی احتساب کا سب سے بڑا ادارہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان، وفاقی محتسب، وفاقی ٹیکس محتسب آئینی ادارے ہیں۔ ان کے علاوہ پرائم منسٹر انسپکشن کمیشن اور ایف آئی اے جبکہ صوبوں میں انسداد

1 ۔ ابن ابي شيبة ، المصنف، مكتبة الرشد، رياض، كتاب الزهد ،باب كلام عبيد بن عمير رحمه الله رقم (36154)

2 ۔http://cii.gov.pk/AnnualReports.aspx

بدعنوانی کے ادارے کام کر رہے ہیں۔

آڈٹ کا تعارف

لفظ "آڈٹ" (Audit) لاطینی لفظ (AUDIRE) سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "سننے کے لیے" فلنٹ (Flint) (۱۹۸۸ء) کے مطابق "آڈٹ" ایک سماجی مظہر ہے جس کا کوئی خاص مقصد نہیں ہے بلکہ اس کی عملی افادیت ہوتی ہے۔ مکینذی MACKENZIE نے اپنی کتاب The Accountability and Audit of Government

(احتساب اور حکومتوں کا آڈٹ) کے پیش لفظ میں آڈٹ کو اس طرح بیان کیا ہے:

> Without audit, no control and if there is no control where is the seat of power?

"آڈٹ کے بغیر کوئی کنٹرول نہیں اور جہاں کوئی کنٹرول نہ ہو وہاں طاقت کا مرکز کہاں ہو گا۔"[1]

آڈٹ کا عمل معاشرہ کی فلاح و بہبود اور استحکام کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مروجہ آڈٹ سسٹم اور احتساب کا دائرہ کار

احتساب کا مروجہ نظام:

الحسبہ دراصل ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد وہ ادارہ ہے جو احتساب کے فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دے۔ تاریخ میں واضح طور پر ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے اس اصطلاح کی وجہ انتخاب معلوم ہو سکے تاہم یہ امر یقینی ہے کہ "الحسبہ" کی اصطلاح کے اختراع اور تعین میں مادہ "ح س ب" کے ماتحت و متعلق تمام الفاظ اور ان کے معانی کسی نہ کسی صورت میں اس کے مفہوم و مطالب میں کار فرما رہے ہیں۔ لیکن قانونی اور انتظامی اصطلاحات میں درحقیقت الحسبہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس کے معانی حساب یا محتسب کا فریضہ ہیں۔[2]

احتساب کا نظام دنیا کے بہت سے ممالک میں رائج ہے جس کا مقصد کرپشن اور مالی بدعنوانی کا خاتمہ کرنا ہے۔ ان سب کے احتسابی طریقہ ہائے کار مختلف ہیں۔ سیاسی آمادگی اور کرپشن کے بارے میں عوام کا رد عمل کامیاب

---

1 - www. A Seminar on Historical background of auditing 2011.html

2 - ایم ایس ناز، ڈاکٹر: اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار (اسلام آباد، ادارہ تحقیقات، اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ۱۹۹۹ء) ص ۳۹۔

احتسابی طریقہ کار کے اہم ترین عوامل ہیں۔ جاپان اور ہانگ کانگ کو کسی حد تک کرپشن فری بنا دیا گیا ہے جس کی کامیابی کی دو بنیادی وجوہات تھیں۔

ا۔ عوام کا کرپشن کو ناقابل برداشت قرار دینا یعنی رائے عامہ کی بیداری۔

۲۔ سیاسی آمادگی

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کرپشن مشاہدات کے انڈیکس (TI-CPI) ۲۰۰۴ء کے مطابق جاپان ۱۷۴ ممالک میں سے ۱۵ویں درجے پر ہے۔ ۱۹۹۵ء سے یہ سنگاپور اور ہانگ کانگ کے ساتھ ایشیاء کا سب سے صاف ستھرا ملک (کرپشن کے حوالے سے) شمار ہوتا ہے۔ پاکستان میں کرپشن کو ڈیل کرنے والے بنیادی قوانین میں پاکستان پینل کوڈ (PPC) ۱۹۸۰ء پریونشن آف کرپشن ایکٹ (پی سی اے) ۱۹۴۷ء اور نیشنل اکاؤنٹیبلیٹی آرڈیننس (NRO) ۱۹۹۹ء وفاقی سطح پر دو اینٹی کرپشن اتھارٹیز (ACA's) کام کر رہی ہیں یعنی (NAB) اور (FIA)، نیب کو ہانگ کانگ اور سنگاپور کے ACA's کے طرز پر قائم کیا گیا۔ نیب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے فوجداری طریقہ کار کو وضع کیا ہے جیسا کہ ثبوت فراہم کرنا الزام لگانے والے کی ذمہ داری ہے۔[1]

ا۔ مروجہ نظام احتساب کی خامیاں

i- احتساب اور پارلیمنٹ کا کردار:

ترقی یافتہ ممالک میں احتساب ہوتا ہی پارلیمنٹ کے ذریعہ ہے یا پھر آڈیٹر جنرل کا ادارہ اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ وہ ریاستی اداروں کا احتساب کرنے میں آزاد اور خود مختار ہوتا ہے جبکہ پاکستان میں اگر پارلیمنٹ کی بات کریں تو خود ممبران پارلیمنٹ کی اکثریت مالی بدعنوانیوں میں کسی نہ کسی طرح ملوث ہوتی ہے اور آئین کے مطابق وہ ممبر بننے کی اہلیت کے معیار پر پورا نہیں اترتے نہ ہی وہ صادق اور امین کی شرائط پوری کر رہے ہوتے ہیں جو نہ صرف آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہے بلکہ شریعت کے معیار امانت کے بھی منافی ہے۔

اس صورت میں جو پارلیمان احتساب کے قوانین بناتی ہے یا احتساب کمیشن یا آڈیٹر جنرل کے ادارے کی نگرانی کرتی ہے اس سے یہ توقع کرنا بھی عبث ہے کہ وہ یہ کام ریاستی اور عوامی مفاد کو مقدم رکھ کر کرے گی۔ بلکہ سب سے پہلے ممبران پارلیمان اپنے ذاتی مفاد اور اپنی بدعنوانیوں کے تحفظ کو اولیت دیتے ہیں۔ احتسابی اداروں کے سربراہوں کا تقرر بھی سیاسی بنیادوں پر ہوتا ہے اور حکومت وقت اس کا چناؤ سیاسی وابستگی اور اپنی مرضی سے کرتی

[1] ۔ محمد منیر، ڈاکٹر، احتسابی اداروں کا تقابلی جائزہ، (اسلام آباد، پلڈاٹ۔ اپریل، ۲۰۱۵)، ص ۲۳

ہے۔احتساب کمیشن کا سربراہ کبھی کسی وفادار بیوروکریٹ کو بنایا جاتا ہے یا کبھی کسی سیاسی شخصیت کو بنادیا جاتا ہے۔

ii-احتساب کے ادارے کا قیام:

قیام پاکستان کے بعد احتساب کے مختلف طریقے اپنائے گئے۔ سب سے پہلے ۱۹۶۷ میں اینٹی کرپشن ایکٹ پاس ہوا جس کی ذمہ داری سرکاری افسروں کا احتساب کرنا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں ایف آئی اے ایکٹ پاس کیا گیا جس میں احتساب بھی شامل تھا۔ پھر ۱۹۹۰ء کی دہائی میں احتساب بیورو کمیشن (National Accountability Bureau) قائم ہوا جو سیاسی طور پر متنازعہ بنادیا گیا اور یہ کمیشن اپنی افادیت کھو بیٹھا۔ ۱۹۹۹ء میں قومی احتساب آرڈیننس کے ذریعے احتساب بیورو کمیشن(NAB) قائم ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی این آر او NRO کے تحت سیاسی پارٹیوں کی جوڑ توڑ اور حکومتی حمایت یافتہ پارٹیوں اور لوگوں کو اس طرح استثنیٰ دیا گیا کہ اس کا اطلاق ۱۹۹۰ء کے بعد ہو گا جس سے ۳۹۶ سیاستدانوں اور بیوروکریٹس نے این آر او کے تحت ۱۶۵ ارب روپے کی بدعنوانیوں، اختیارات کے ناجائز استعمال اور غبن کے کیسز معاف کرائے۔ صدر مشرف کے بعد نئی آنے والی حکومت نے اپنے وفادار لوگوں کو نیب کا چیئرمین لگایا جس نے بڑے بڑے مالیاتی سکینڈلز، حج سکینڈل، اوگرا، EOBI، ایل این جی پر خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ مع املات میں مداخلت کرکے سپریم کورٹ کو چیئرمین نیب کو گھر بھیجنا پڑا۔[1]

iii-نامناسب طریقہ کار: احتساب کمیشن میں بہت سارے معاملات التوا میں پڑے ہوئے ہیں اور چیئرمین نیب اپنی صوابدید پر معاملات کو آگے بڑھاتا ہے جس میں سیاسی اثرورسوخ شامل ہوتا ہے جو کہ قرین انصاف نہیں ہے۔ ایسا خودکار نظام ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے احتساب بیورو کمیشن خواہ کسی کا بھی معاملہ ہو بلحاظ سیاسی مصلحت ایک مقررہ وقت میں تفتیش مکمل کرکے اسے عدالت میں پیش کرے۔

iv-حکومتی مداخلت:

موجودہ حکومت نیب کو اپنا دائرہ کار محدود کرنے کا ہے جبکہ نیب کے ذمہ دار مختلف محکموں اور معاملات کا احتساب کرنے کا کہہ رہے ہیں اور کوئی معاملات میں ابتدائی تحقیقات شروع کردی ہیں لیکن یہ سب وقتی اور بے فائدہ ہے کیونکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ نیب محض تنہا اور حکومت کی مخالفت اور تنقید کے ماحول میں مکمل بے رحم اور زود اثر احتساب نہیں کرسکتا۔ دوسرا یہ کہ سولین حکومتیں بھی یہ معاملات اٹھانے کی پوزیشن اور اس پروگرام

1 ۔http://search.jang.com.pk/NewsDetail.aspx?ID=324408#sthash.y5AUq9JX.dpuf

پر سنجیدگی سے غور نہیں کر رہی ہیں لہذا احتسابی عمل کبھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچے گا۔

v- نیب قوانین کے سیکشن نمبر ۲۵ کے مطابق:

"(Plea bargaining) The Court or Chairman NAB with the approval of the Court or Appellate Court, as the case may be, may release the accused."

"رقم کی رضاکارانہ واپسی پر احتساب عدالت یا چیئرمین، عدالت یا عدالتِ اپیل کی منظوری سے مجرم کو رہا کر سکتی ہے۔"

خردبرد کی گئیں رقم کی رضاکارانہ واپسی (plea bargaining) پر عدالت یا چیئرمین نیب عدالت کی نظر ثانی کی منظوری سے مجرم کو چھوڑ سکتا ہے جبکہ قرآن حکیم کے حکم کے مطابق سرکاری مال میں خیانت اور خردبرد کرنے والا کسی رعایت کا مستحق نہیں۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [1]

"اے لوگو جو ایمان لاءے ہو ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نا کھاؤ۔"

(vi) اگر کوئی شخص فساد فی الارض یعنی چوری، ڈاکہ اور قتل و غارت میں ملوث ہو تو اس کے لیے سزا کا تعین کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"جن لوگوں نے اس سے پیشتر کہ تمہارے قابو میں آجائیں توبہ کر لی تو جان رکھو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [2]

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ معافی کا حق ان لوگوں کا ہے جو قانون کی گرفت سے پہلے از خود توبہ کر کے اپنے جرم کا اقرار کر لیں یعنی قانون کی گرفت کے بعد وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں رہتے۔ لہذا جو لوگ سرکاری یا عوام الناس کے مال کی خردبرد میں ملوث ہوں وہ پکڑے جانے پر لوٹی ہوئی رقم یا مال کا کچھ حصہ دے کر معافی کے حقدار نہیں ٹھہرتے لہذا پلی بارگین کا قانون خلاف شریعت ہے۔

مزید یہ کہ اس طرح کی معافی سے مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر پکڑے گئے تو جان بچانے کا طریقہ موجود ہے جس سے جرائم میں اضافہ ہوتا ہے۔

---

[1] ۔ النساء 29:4

[2] ۔ المائدہ 36:6

آج کل پلی بارگین پر ذرائع ابلاغ میں سخت تنقید ہو رہی ہے۔ سیاسی رہنماؤں حتیٰ کہ عدالت عظمیٰ نے بھی اس قانون پر شدید برہمی کا اظہار کیا ہے۔ حکومت نے اس تنقید سے بچنے کے لیے جنوری۲۰۱۷ء میں ایک صدارتی حکم (آرڈیننس) کے ذریعہ اس قانون میں معمولی ترمیم کی ہے جس کے تحت پلی بارگین کو عدالت عظمی کی منظوری سے مشروط کر دیا ہے اور اس رعایت سے مستفید ہونے والے سرکاری عہدے کے لیے اور عوامی نمائندگی کے لیے نااہل تصور ہوں گے۔ چونکہ یہ ترمیم ایک آرڈیننس کے ذریعہ کی گئی ہے اور چار ماہ کی مدت کے اندر اگر پارلیمنٹ اس قانون کی منظوری نہیں دیتی، تو یہ ترمیم خود بخود غیر مؤثر ہو جائے گی۔ اس کا مقصد صرف ناقدین کو خاموش کرنا ہے اور مجرموں کو تحفظ دینا ہے کیونکہ تمام مجرم بااثر ہوتے ہیں اور ان کی سیاسی وابستگیاں بھی ہوتی ہیں۔

vii- نیب قوانین کے سیکشن36 کے مطابق:

" No suit or prosecution is competent against Federal or Provincial Govt. Chairman ,or any person exercising any power or performing the functions or anything done in good faith or intended to be done under this Ordinance."

"صوبائی یا وفاقی حکومت نیب کے خلاف کوئی مقدمہ یا عدالتی کاروائی نہیں کر سکتی جبکہ چیئرمین یا کوئی بھی شخص اس حکم نامہ کے تحت اختیار استعمال کر رہا ہو یا کوئی بھی کام نیک نیتی سے کیا ہو یا کرنا چاہتا ہو۔"

نیب کو خود مختاری حاصل ہے۔ نیب کسی ادارے یا وفاقی حکومت کو جوابدہ نہیں لیکن عملاً نیب بھی سیاسی اثر سے آزاد نہیں اسے سیاسی طور پر استحصال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ متنازعہ NRO(**نیشنل ریک سیلیشن آرڈر**) یعنی قومی مفاہمتی حکم نامہ (۵ اکتوبر ۲۰۰۷ء) کے ذریعہ بہت سے سیاستدانوں، سیاسی ورکروں اور نوکر شاہی کے بڑے مجرموں کو بڑے سکینڈلز سے آزادی مل گئی جن پر کرپشن کے لمبے چوڑے الزامات تھے۔

viii- احتساب قوانین اور ان کی خامیاں:

جہاں احتساب کے لیے ایک بااختیار اور خود مختار ادارے کی ضرورت ہے وہاں اس کے طریقۂ کار اور قوانین پر نظر ثانی کی بھی ضرورت ہے۔ اور اسلام کے نظام عدل کے مطابق احتساب کے قوانیں سب کے لیے ایک جیسے ہونے چاہئیں اور ان میں کسی کے لیے رو رعایت نہیں ہونی چاہیے۔ اور جو قوانیں شریعت سے متصادم ہیں انہیں فوری تبدیل کیا جانا چاہیے۔

ان قوانین کا جائزہ لینے سے اس بات کی نشان دہی ہوتی ہے کہ ان کی شق ۲۵-رقم کی رضاکارانہ واپسی (plea bargaining) پر معافی خلاف شرع ہے کیونکہ اس قومی دولت میں غرباء اور یتیموں کا حق بھی ہوتا ہے۔ اسلام میں حقوق العباد کا بہت خیال رکھا گیا ہے جن کے غلط استعمال سے باز رہنے کا صریح قرآنی حکم موجود ہے جن کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

لہٰذا جو لوگ سرکاری یا عوام الناس کے مال کی خرد برد میں ملوث ہوں وہ پکڑے جانے پر لوٹی ہوئی رقم یا مال کا کچھ حصہ دے کر معافی کے حقدار نہیں ٹھہرتے لہٰذا (plea bargaining) پلی بارگین کا قانون خلاف شریعت ہے۔

نیب قوانین کے سیکشن نمبرD-۳۱- کے کے مطابق:

"The NAB is prohibited to initiate or conduct any inquiry/ investigation with regard to imprudent loans, defaulted loans or rescheduled loans without a reference for the Governor State Bank of Pakistan."

" گورنر سٹیٹ بنک کے ریفرنس دائر کیے بغیر نیب کو کسی بھی قرضہ معافی، قرض نادہندگی اور قرض کی مدت ادائی گی کے از سرے نو تعین کے معاملے میں تفتیش کی اجازت نہیں اور نہ ہی کوئی کاروئی شروع کر سکتی ہے۔"

نیب کسی بھی قرضہ معافی، قرض نادہندگی اور قرض کی مدت ادائیگی کے از سر نو تعین کے معاملے میں تفتیش کا اختیار نہیں رکھتی جبکہ سرکاری خزانہ خرد برد اور سیاسی بنیادوں پر قرضوں کی معافی عوام الناس کے حقوق پر ڈاکہ ہے اور یہ لوگوں کے درمیان حق وانصاف نہیں ہے جبکہ اس بارے میں قرآن حکیم کا واضح حکم ان آیات کریمہ میں ملتا ہے۔

﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾[1]

۔* Many criminal cases are resolved out of court by having both sides come to an agreement.

[1] ۔ الحجرات49: 9

"اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں بادشاہ بنایا ہے پس تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹادے گی، بے شک جو اللہ کی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔"

اس آیت مبارکہ سے اسلام کے سیاسی و قانونی نظام میں عدل کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلافت الہیٰ اور نیابت خداوندی کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے ساتھ ان پر جو سب سے پہلا فریضہ عائد کیا وہ لوگوں کے مابین حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کا تھا۔ اسی وجہ سے اسلامی نظام عدل کا قیام اسلامی ریاست کے اولیں فرائض میں سے ہے۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کے لیے یہ چیز فرض عین کا درجہ رکھتی ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ایک ایسی عدلیہ قائم کرے جو لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کی ذمہ داریاں پوری کرے۔ دوسری طرف عامتہ المسلمین کے لیے یہ چیز فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر کسی ملک میں عدالتیں قائم نہ ہوں یا قائم تو ہوں، مگر اسلامی عدل کی بنیاد پر فیصلے نہ کر رہی ہوں تو پوری امت مسلمہ گنہگار ہو گی۔

نیب قوانین کی سیکشن نمبر ۳۶ کے مطابق نیب کو خود مختاری حاصل ہے۔ نیب کسی ادارے یا وفاقی حکومت کو جوابدہ نہیں لیکن عملاً نیب بھی سیاسی اثر سے آزاد نہیں اسے سیاسی طور پر استحصال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ متنازعہ NRO کے ذریعہ نیب کے اختیارات کو محدود کر دیا گیا ہے جبکہ انصاف کی راہ میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ کی اجازت اسلام نہیں دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

"بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے۔"[1]

پلی بارگین کے تحت گزشتہ سال منظور ہونے والا ایک مشہور کیس بلوچستان کے سابق سیکریٹری خزانہ مشتاق رئیسانی کا ہے۔ ان کے گھر سے نوٹوں کا خزانہ نکلا تھا۔ نوٹوں سے بھرے بیگ، کروڑوں روپے کا سونا، پرائز بانڈ اور سیونگ سرٹیفکیٹ جبکہ کراچی کے پوش علاقے میں درجنوں بنگلے اور گاڑیاں بھی شامل تھیں۔ ان پر دو ارب دس کروڑ روپے بدعنوانی کا مقدمہ زیر سماعت ہے لیکن پلی بارگین کے تحت یہ دو ارب روپے جمع کرا کے جیل جانے سے بچ جائیں گے۔ نیب کی تاریخ میں پلی بارگین کا یہ سب سے بڑا کیس ہے۔[2] نیب رپورٹ کے مطابق گزشتہ

---

[1] ۔ المائدۃ 42:5

[2] ۔ روزنامہ جنگ، راولپنڈی، شمارہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶

سولہ برسوں کے دوران 285 افراد سے پلی بارگینگ ہوئی ہے ان افراد سے 15 ارب 3 کروڑ روپے دینے کا معاہدہ ہوا لیکن صرف 2 ارب روپے جمع ہو سکے ہیں۔

اسی طرح کا ایک دوسرا مشہور زمانہ کیس بحریہ کے سابق سربراہ ایڈمرل منصور الحق کا ہے جن کے خلاف 1999ء میں نیب نے تحقیقات شروع کیں جن کے مطابق موصوف نے پہلے 3.36 ملین امریکی ڈالر جمع کرائے لیکن نیب نے منظور نہیں کیے پھر 7.5 ملین ڈالر جمع کرانے پر رضامند ہو گئے جس میں سے 6.28 ملین امریکی ڈالر ادا کرنے پر انہیں باعزت خلاصی مل گئی۔ جبکہ حقیقت میں یہ اس رقم سے کئی گنا زیادہ کرپشن کا کیس تھا۔[1]

ان دونوں کیسوں میں پلی بارگین کے تحت مجرموں کو معافی دینے کے لیے بدعنوانی میں لوٹی گئی رقم کا کچھ حصہ لے کر انہیں آزاد کر دیا گیا جبکہ سرکاری خزانے کو لوٹنے والوں کے لیے معافی اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

۲- آڈٹ کے نظام میں پائی جانے والی خامیاں:

آڈٹ کے اس نظام میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

1. آڈٹ کی جانچ پڑتال کا یہ طریقہ جزوی ہوتا ہے کلی نہیں۔ جس سے بہت سارے گھپلے نظر سے اوجھل رہ جاتے ہیں۔ آڈیٹر چند مخصوص اخراجات اور ادائیگیوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے جس سے کئی بے ضابطگیاں رہ جاتی ہیں۔
2. مختلف محکموں کے ذمہ داران آڈٹ ٹیم سے مکمل تعاون نہیں کرتے اور وہ اپنے محکمہ کی بدنامی کو چھپانے کے لیے کرپشن اور بدعنوانی کے بہت سارے معاملات آڈٹ کے علم میں نہیں لاتے جس سے آڈیٹر اپنا کام مکمل طور پر نہیں کر پاتے۔
3. کسی بھی سرکاری محکمہ میں اگر کوئی مالی بے ضابطگی ہو جائے تو مروجہ قانون کے مطابق اس کی تحقیق کے لیے محکمانہ کاروائی کی جاتی ہے اور انکوائری کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو معاملہ کی تحقیق کر کے اپنی سفارشات کے ساتھ رپورٹ محکمہ کے سربراہ کو پیش کرتی ہے۔ محکمہ یا ادارہ کو بدنامی سے بچانے کے لیے تحقیقات میں نرمی برتی جاتی ہے یا ادارہ کا سربراہ اپنے اختیارات کا استعمال کر کے مجرم کو معمولی سزا دے کر معاملہ رفع دفع کر دیتا ہے جبکہ اسلام کے نظام عدل اور امانت و دیانت کا تقاضا ہے کہ بدنامی کو نظر میں رکھے بغیر مکمل تحقیقات کی جائیں اور مجرم

[1] ۔ www.nab.gov.pk/case studies /mansoorulhaq

کو قانون کے مطابق عبرتناک سزا دی جائے تاکہ آئندہ کوئی بھی شخص ایسا جرم کرنے سے خوف زدہ رہے اور مالی بے ضابطگیوں اور بدعنوانیوں کا سدباب کیا جا سکے۔

4. آڈیٹر کی ابتدائی رپورٹ پر محکمہ کے بدعنوان لوگ متعلقہ آڈیٹر سے مل کر معاملہ ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر آڈیٹر بھی بدعنوان عناصر سے مل جائے تو وہ بھاری رشوت لے کر معاملہ دبا دیتا ہے۔

5. آڈٹ رپورٹ پر اگر ادارے اور آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کے درمیان معاملہ طے نہ ہو پائے اور آڈٹ کی نظر میں خلاف قانون ادائیگیاں یا اخراجات ہوئے ہوں تو پھر آڈٹ رپورٹ پبلک اکاونٹس کمیٹی کو بھیجی جاتی ہے۔ پبلک اکاونٹس کمیٹی میں بھی چیئرمین اور اراکین کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ صرف تنبیہ کرکے معاملہ ختم کردیں یا مناسب سمجھیں تو متعلقہ محکمہ یا شخص کے خلاف کاروائی کا حکم دیں۔ یہ صوابدیدی اختیار جس میں سیاسی وفاداری شامل ہوتی ہے کسی بھی طرح اسلام کے نظام احتساب اور عدل کے مطابق نہیں ہے۔ سرکاری مالیات میں یتیموں اور بیواؤں کے حقوق بھی ہوتے ہیں جس کسی بھی طرح ناجائز طریقے سے استعمال کرنا خلاف شریعت ہے جس کے غلط استعمال سے باز رہنے کا صریح قرآنی حکم موجود ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[1]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نا کھاؤ"

اس طرح آڈٹ جب سرکاری محکموں کی مالی بے ضابطگیوں کی نشاندہی کرتا ہے انہیں پبلک اکاونٹس کمیٹی میں سیاسی وابستگیوں کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے اور بعض اوقات صرف تنبیہ کی حد تک فیصلہ کیا جاتا ہے جبکہ ذمہ داران کو ان کی ذمہ داری کا تعین کرکے سزائیں نہیں دی جاتی ہیں جس سے مالی بے ضابطگیوں کی روک تھام کا نظام غیر مؤثر ہو جاتا ہے اور برائی کو نہ مٹانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

ولتنهون عن المنكر أو لتعمنكم العقوبة جميعا.[2]

"جب لوگ برائی کو دیکھیں اور اسے ختم نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے"

مروجہ نظام آڈٹ میں پائی جانے والی خامیوں کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ان اصول وضوابط کو اپنایا جائے جو شریعت اسلامی نے متعین کیے ہیں۔ اور جن کی تشریح وتعبیر علماء اور فقہائے کرام نے کی ہے۔ محتسب کا

---

[1] ۔ النساء 29:4

[2] ۔ احمد بن حنبل، المسند، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، 1421ھ، مسند ابی بکر صدیق: ۵/۱۵، راقم حدیث: ۱۳۶۴۴

منصب اس کی تقرری اور محتسب کے آداب کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔ جس سے پاکستان میں رائج نظام میں محتسب اور آڈیٹر جنرل کی تقرری میں رہنمائی فراہم کی جاسکتی ہے۔ قوانین اور طریقہ کار کی اصلاح کے لیے ذیل میں مروجہ نظام آڈٹ کی اصلاح کے عنوان کے تحت بحث کی جائے گی۔

۵۔ مروجہ نظام احتساب / آڈٹ کو کس طرح شریعت سے ہم آہنگ کیا جاسکتا ہے؟

ا۔ مروجہ نظام احتساب کی اصلاح:

ا۔ جیسا کہ مروجہ نظام احتساب کی خامیوں میں اس بات کی نشاندہی ہوچکی ہے کہ اس قومی دولت میں غرباء اور یتیموں کا حق بھی ہوتا ہے جس کے غلط استعمال سے باز رہنے کا صریح قرآنی حکم موجود ہے۔ لہٰذا قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ میں ملوث لوگوں کو کڑی سزائیں دی جائیں تاکہ اس کا سدباب کیا جاسکے۔

۲۔ احتساب کے حوالے سے پارلیمنٹ کا کردار بھی مشکوک ہے۔ سیاستدان قانون سازی کرتے ہوئے قوانین میں ایسی شقیں شامل کرلیتے ہیں جن سے احتسابی عمل میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً چیئرمین نیب کا تقرر قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کی باہمی مشاورت سے ہوتا ہے اور وہ ایسے شخص کو نامزد کرتے ہیں جو ان کے مفادات کا خیال رکھے اور ان کے خلاف زیر التواء معاملات کو نہ کھولے۔

اس کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ قانون میں ترمیم کے ذریعہ چیئرمین نیب کی تقرری سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی تقرری کی طرح سینارٹی پر موجود جج یا اعلیٰ افسر (سول بیوروکریٹ) جو سب سے سینئر ہو، از خود ہو جائے اور نامزدگی کا اختیار کسی حکومتی اتھارٹی اور اپوزیشن کو نہ ہو۔ اس طرح احتساب کمیشن کا سربراہ آزادانہ طریقے سے احتسابی عمل کرنے کے لیے خود مختار ہوگا اور وہ کسی دباؤ کے بغیر آزادانہ اور منصفانہ شفاف عمل کے ذریعہ ادارے کو چلائے گا۔

۳۔ احتساب بیورو میں بہت سارے معاملات التواء میں پڑے ہوتے ہیں۔ جن کا التواء میں پڑے رہنا مناسب نہیں کیونکہ اس میں طرفداری اور سیاسی اثرورسوخ شامل ہوتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر معاملے کے لیے ایک مدت مقرر کی جائے اور اس کے بعد اس معاملے کو التواء میں نہ رکھا جاسکے۔

۴۔ نیب پر ہر سیاسی حکومت اثرانداز ہوتی ہے۔ اسے حکومتی مداخلت سے آزاد ہونا چاہیے اور احتساب بیورو کو معاملات کی چھان بین کرنے اور کسی بھی کیس کی ایک مقررہ مدت میں تفتیش مکمل کرنے کا پورا اختیار ہونا چاہیے۔

۵۔ رضاکارانہ سودے بازی (Plea bargaining) کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے اور اس کے ذریعہ

مکمل سزا معاف کرنے کی بجائے سزا میں اس حد تک تخفیف ہونی چاہئے جس قدر کرپشن کے مال کی وصولی ہو جائے۔

۶۔ بدعنوانی کے ذریعہ لوٹا ہوا اگر سارا مال بھی برآمد ہو جائے تب بھی خیانت کی سزا دی جائے جو نا قابلِ معافی ہو تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور آئندہ کوئی اس جرم کا ارتکاب نہ کرے۔

۷۔ متنازعہ معافی کا قانون NRO ختم کیا جائے اور اس قانون سے مستفید ہونے والے تمام سیاستدانوں، سول اور اعلیٰ فوجی افسروں کے کیس دوبارہ چلا کر قومی خزانے سے لوٹی گئی دولت وصول کی جائے تا کہ اس سے ملکی ترقی اور عوام کی بنیادی ضرورتوں پر خرچ کیا جا سکے اور آئندہ کسی کو قومی دولت لوٹنے کی جرأت نہ ہو۔

۲۔ مروجہ نظام آڈٹ کی اصلاح:

۱۔ آڈٹ کی جانچ پڑتال کے طریقہ (Sampling System) کے تحت صرف ۲۰٪ مالی معاملات کی جانچ کی جاتی ہے جس سے بہت ساری بدعنوانی کے معاملات اور گھپلے سامنے نہیں آتے لہٰذا اس کی کم از کم حد ۵۰٪ تک بڑھائی جائے تا کہ بدعنوانی کے زیادہ سے زیادہ معاملات سامنے آئیں۔ ۱۳-۲۰۱۲ء کی آڈٹ رپورٹ کے مطابق ۵۶ ارب روپے کی ریکوری ہوئی۔ اگر جانچ پڑتال کے نظام میں معاملات کی چھان بین کا حجم بڑھایا جائے تو وصولی (ریکوریز) کی رقم میں کئی گنا اضافہ متوقع ہے اور پھر اس سے بدعنوانی کا سدباب بھی ممکن ہے جو قومی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

۲۔ ہر محکمہ کے سربراہ کے لیے یہ ضروری ہو کہ وہ آڈیٹر کو انٹرنل آڈٹ رپورٹ مہیا کرے اور کسی محکمے میں خلافِ قانون بدعنوانی کے تحفظ کا انکشاف ہو، تو اس کی سزا اس محکمہ کے سربراہ کو ملنی چاہیے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[1]

"تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے جوابدہ ہے۔"

لہٰذا کسی محکمہ میں ہونے والی بدعنوانی کا ذمہ دار اس محکمہ کا سربراہ بھی ہے۔

۳۔ ہر محکمہ کے لیے ضروری ہو کہ ان کے محکمے میں ہونے والی تمام انکوائری رپورٹس آڈٹ کو مزید چھان بین کے لیے پیش کرے تا کہ بدعنوانی میں ملوث تمام لوگوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جا سکے اور قومی خزانے کو پہنچنے

[1] ۔ البخاری، ابو عبد الله محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام ، ریاض، 1425ھ،کتاب الجمعة ,باب الجمعة في القري والمدن,رقم الحديث: 893

والے نقصان کی نہ صرف تلافی ہو سکے بلکہ اس کا سدباب کیا جا سکے۔

۴۔ محکمہ آڈٹ کے بدعنوان لوگوں پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے تا کہ ان کی ملی بھگت سے مالی بدعنوانی کے معاملات کو منظرِ عام پر آنے سے روکا نہ جا سکے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ ان کی مالی حیثیت اور اثاثہ جات کی ہر سال رپورٹ لی جائے اور اس میں غیر معمولی اضافہ جو کہ ان کی ماہانہ تنخواہ اور اخراجات سے مطابقت نہ رکھتا ہو ایسے معاملات کی انٹی کرپشن کے ذریعہ تحقیقات کی جائے تا کہ محکمہ آڈٹ میں بدعنوانی کو روکا جا سکے۔

۵۔ آڈٹ رپورٹ کے جو معاملات طے نہیں ہو پاتے، وہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں جاتے ہیں جس کے ممبران سیاسی لوگ ہوتے ہیں اور اس کمیٹی کا سربراہ اپوزیشن سے ہوتا ہے۔ بدعنوانی میں ملوث لوگ سیاسی حمایت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ممبران کمیٹی اور چیئرمین کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی صوابدید پر کسی بھی معاملے کو صرف تنبیہ کر کے ختم کر دیں یا مناسب سمجھیں تو مزید کاروائی کا حکم دیں۔ کمیٹی کا یہ صوابدیدی اختیار سپریم کورٹ کی منظوری سے مشروط ہونا چاہیے تا کہ کسی معاملے کو سیاسی اثر ورسوخ کی بنیاد پر دبایا نہ جا سکے۔

۶۔ نظامِ احتساب اور آڈٹ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ بدعنوانی اور کرپشن کی وجوہات کی نشاندہی ضروری ہے تا کہ ان کے اسباب کا سدباب کیا جا سکے جس کی وجہ سے لوگ بدعنوانی اور کرپشن کے ذریعہ راتوں رات بہت سارا مال و دولت اکٹھا کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارا نظام بااثر طبقات کے مفادات کے تحفظ کے لیے ہے ملکی وسائل اور زمینوں کی بندر بانٹ اس بااثر طبقے کا حق ٹھہرتی ہے گزشتہ دنوں خبر آئی کہ ریٹائرڈ ہونے والے آرمی چیف کو ۹۰ کنال اراضی الاٹ کی گئی۔ فوج کے ترجمان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ معمول کے مطابق ہے یعنی قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔ معمول کے مطابق کا مطلب ہے جرنیلوں کے لیے، ججوں کے لیے، اعلٰی عدلیہ کے لیے، صحافیوں کے لیے، اعلٰی افسران (سولین بیوروکریٹس) کے لیے، میڈیا مالکان کے لیے اور معاشرے کے ہر اس طبقے کے لیے جس کے پاس حکومت ہو اور اپنے حق میں اس طرح کی پالیسیاں بنوانے کے لیے اثر رسوخ ہو زمینوں اور پلاٹوں کی الاٹمنٹ جائز ہے فوجیوں کو زمین کی الاٹمنٹ کے علاوہ اعلی عدلیہ کے ججوں کو بھی پلاٹ الاٹ کیے جاتے اور سپریم کورٹ کے ججوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسلام آباد میں دو پلاٹس کے حقدار ہوتے ہیں۔ اسی طرح وفاقی حکومت میں گریڈ ۲۲ کے افسران اور وفاقی سیکرٹریوں کو بھی دو پلاٹ الاٹ کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہاؤسنگ سکیمیں بھی ہیں جن کے لیے سرکاری زمینیں کوڑیوں کے مول لے لی جاتی ہے۔

قانونی لحاظ سے دیکھا جائے تو کوئی خرابی نہیں کیونکہ معاشرے میں ان تمام طاقتور طبقات کو حکومت کی جانب

سے تشکیل دی گئی پالیسیوں کی بنیاد پر زمین فراہم کی جاتی ہے لیکن اخلاقی طور پر نہ صرف یہ عمل غلط ہے بلکہ سرکاری وسائل پر دن دیہاڑے ڈاکہ مارنے کے مترادف ہے جو کہ اس ملک کے ہر شہری کا حق ہے اور ریاستی وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ یہ ادارہ جاتی بنیاد پر کی جانے والی بہت بڑی بدعنوانی ہے اور غیر شرعی فعل ہے۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب عراق کی زرخیز زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں آئیں تو لوگوں کا خیال تھا کہ حسب سابق مالِ غنیمت کی طرح یہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی جائیں گی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور کئی ہفتوں کی مشاورت اور بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ یہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے سرکاری ملکیت میں رکھی جائیں تاکہ اس سے ریاستی عوام اور بعد میں آنے والے مجاہدین مستفید ہوتے رہیں۔ اس معاملے کی تفصیل کتاب الخراج میں امام ابو یوسف نے بیان کی ہے۔[1]

تجاویز وسفارشات:

مروجہ نظام احتساب و آڈٹ کی خامیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کے حوالے سے بحث و تحقیق کے بعد ہم اس نظام کی بہتری کے لیے درج ذیل سفارشات و تجاویز پیش کرتے ہیں:

احتساب:

۱۔چیئر مین نیب کا تقرر سینئر ترین جج / سول بیوروکریٹ سے کیا جائے۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی مشاورت کا طریقہ کار ختم کیا جائے تاکہ سیاسی اثر ورسوخ احتسابی عمل پر اثر انداز نہ ہو۔

۲۔ محتسب کی تقرری کے لیے جو شرائط اور آداب مقرر کیے گئے ہیں انہیں بھی مد نظر رکھا جائے خصوصاً وہ فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوں اور علم، تقوی اور حسن اخلاق کا مالک ہو۔

۳۔ پلی بارگین کے قانون میں ترمیم لائی جائے۔ اگر بدعنوانی کے تحت لوٹا ہوا سارا مال واپس مل بھی جائے تب بھی اس جرم کے ارتکاب کی سزا ضرور ملنی چاہیے تاکہ مجرموں کی حوصلہ شکنی ہو، کلی معافی نہیں ہونی چاہیے۔

۴۔ احتساب کو سیاسی دباؤ سے مکمل آزاد کیا جائے۔

۵۔ قانون میں ایسی دفعات شامل کی جائیں کہ جن کے ذریعے نیب کے کرپٹ افسروں اور سیاستدانوں کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے حکومت کی اجازت طلب کرنا لازمی نہ ہو۔ اس طریقے سے احتساب کا نظام وسیع ہو

---

[1] ۔ امام ابو یوسف، کتاب الخراج، مترجم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی-ص ۵۳

جائے گا۔

۶۔ایک ہی اینٹی کرپشن اتھارٹی کے تحت کرپشن کے تمام مقدمات کو ڈیل کیا جائے اور اس کے علاوہ باقی تمام عدالتی دائرہ کار کو ختم کر دیا جائے۔

۷۔نیب کے مؤثر بننے کے لیے عوام کا بھرپور اعتماد حاصل ہونا چاہیے اور اس مقصد کے لیے نیب پر لازم ہے کہ وہ بڑے مقدمات میں اقبالِ جرم کو یقینی بنائے۔

۸۔عوام کو اس بات کی رغبت دلائی جائے کہ وہ کرپٹ سرگرمیوں کے خلاف معلومات پر شکایت درج کرائیں۔

۹۔عوام کو سوشل میڈیا اور سمارٹ فون ٹیکنالوجی کے استعمال سے اپنے ساتھ شامل کیا جائے۔ جیسے کہ ہانگ کانگ میں کیا جارہا ہے۔

۱۰۔معلومات تک رسائی(Right to information) کے قوانین کو سختی سے نافذ کیا جائے تاکہ بدعنوانی کے خلاف معلومات کے ذریعہ بدعنوان عناصر تک پہنچا جائے۔

آڈٹ (AUDIT)

۱۔سرکاری مالیات کی جانچ پڑتال کے (Sampling system) کا حجم بڑھایا جائے۔

۲۔کسی محکمے میں پائی جانے والی بدعنوانی پر محکمہ کے سربراہ کے خلاف بھی کاروائی کی جائے۔ جس کی نااہلی اور مؤثر نگرانی کی کمی کی وجہ سے بے ضابطگی ہوئی۔

۳۔محکمانہ تفتیشی کاروائی میں نرمی برتنے اور بدعنوان عناصر کی پشت پناہی کرنے پر تمام ذمہ داران کے خلاف کاروائی کی جائے۔

۴۔بدعنوان عناصر کو کڑی سزائیں دی جائیں تاکہ مجرموں کی حوصلہ شکنی ہو۔

۵۔پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ کسی بھی محکمہ کا خصوصی آڈٹ کرانے کا حکم دے سکے۔

۶۔کسی بھی آڈٹ رپورٹ کی(Settlement) کے لیے عدالت کی منظوری لازمی قرار دی جائے تاکہ سیاسی اثر رسوخ کو روکا جاسکے۔

۷۔سرکاری زمینوں اور پلاٹوں کی بندربانٹ کے نظام کو ختم کیا جائے اور رعایتی قیمتوں پر سرکاری زمینوں اور پلاٹوں کی تقسیم ختم کی جائے تاکہ معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جاسکے۔

۸۔بنکوں سے لیے گئے قرضوں کی معافی کے قانون کو بھی ختم کیا جائے تاکہ لوگ غلط بیانی کے ذریعہ قومی

دولت کو نہ لوٹ سکیں۔

9۔سالانہ آڈٹ کی بجائے ہر چھ ماہ بعد آڈٹ کا انعقاد کیا جائے۔

10۔کسی بھی محکمے میں بدعنوانیوں کی اطلاع پر بغیر پروگرام اچانک معائنہ کا طریقہ اپنایا جائے۔